© rasailojaraid.com

کہ ہستیٔ مطلق نے کب اور کیونکر اپنے تئیں محدود و مشخص بنانا اور تعینات کے چکر میں پڑنا پسند کیا۔

ان تمام حقائق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم پھر اسی عقیدہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ دنیا ہمہ وحدت ہے، تعدد و کثرت کا نام تک نہیں۔یہی نہیں کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی اور ایک ہیں، بلکہ انسان و حیوان، چرند و پرند، جمادات و نباتات، شجر و حجر سب ایک ہیں۔

(ہندوستان ریویو)

شاہ ولی اللہ کی تعلیم

از

پروفیسر غلام حسین جلبانی

پروفیسر جلبانی ایم اے، سابق صدر شعبۂ عربی سندھ یونیورسٹی کے برسوں کے مطالعہ و تحقیق کا نچوڑ یہ کتاب ہے۔ اس میں مصنف نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی پوری تعلیم کا احصاء کیا ہے اور اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔

پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا تھا، قدردان پڑھنے والوں کے اصرار پر دوسرا ایڈیشن شائع کردیا گیا ہے۔ معیارِ طباعت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

قیمت :- دس روپے

ملنے کا پتہ

شاہ ولی اللہ اکیڈمی۔ صدر۔ حیدرآباد۔ سندھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ہستیٔ مطلق نے کب اور کیونکر اپنے تئیں محدود و مشخص بنانا اور تعینات کے چکر میں پڑنا پسند کیا۔

ان تمام حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم پھر اسی عقیدہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ دنیا ہمہ وحدت ہے، تعدد و کثرت کا نام تک نہیں۔ یہی نہیں کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی اور ایک ہیں، بلکہ انسان و حیوان، چرند و پرند، جمادات و نباتات، شجر و حجر سب ایک ہیں۔

(ہندوستان ریویو)

شاہ ولی اللہ کی تعلیم

از

پروفیسر غلام حسین جلبانی

پروفیسر جلبانی ایم اے، سابق صدر شعبۂ عربی سندھ یونیورسٹی کے برسوں کے مطالعہ و تحقیق کا نچوڑ یہ کتاب ہے۔ اس میں مصنف نے حضرت شاہ ولی اللہ رح کی پوری تعلیم کا احصاء کیا ہے اور اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔

پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا تھا، قدردان پڑھنے والوں کے اصرار پر دوسرا ایڈیشن شائع کر دیا گیا ہے۔ معیار طباعت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

قیمت :- دس روپے

ملنے کا پتہ

شاہ ولی اللہ اکیڈمی - صدر - حیدرآباد - سندھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پروفیسر گارڈنر براؤن

محمد تغلق کا طرزِ حکومت

تاریخِ ہند[۱] اور بالخصوص قرونِ وسطیٰ کی تاریخِ ہند کا مواد آج جس صورت میں موجود ہے اس کے مطالعہ کے بعد ہر شخص اس نتیجے پر پہنچے گا کہ جو واقعات و روایات سب سے زیادہ مشہور و متعارف ہیں ان کی بنیاد سب سے زیادہ کمزور ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس تاریخ کا ماخذ تقریباً تمام تر مسلمانوں ہی کی تاریخیں ہیں۔ ان کتبِ تاریخ کی دلکشی میں کلام نہیں، لیکن ان میں جو واقعات مندرج ہیں وہ یک طرفہ بیانات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے، جن میں یا تو تلخ و ناگوار واقعات کو نظرانداز کر دیا گیا ہے یا کم از کم ان لوگوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو تاریخ نگار کے مربیوں یا اس کی پارٹی کے مخالف تھے[۲]

۱ؔ مضمون ہٰذا کے خاص ماخذ حسبِ ذیل ہیں:۔

(۱) ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی (۲) ابن بطوطہ (۳) مسالک الابصار (۴) شمس عفیف کی تاریخ فیروز شاہی (۵) نظام الدین احمد، طبقاتِ کبریٰ (۶) عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ (۷) قاسم فرشتہ۔

۲ؔ لیکن خود یورپ کی تاریخ نگاری کا معیار کیا اس سے بلند ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری وجہ یہ ہے کہ جن اشخاص نے ابتداءً اس تاریخ کو مغربی زاویۂ نگاہ سے مرتب کیا گو بالعموم ان کی قابلیت میں شک نہیں تاہم ان سے اکثر ایسے تھے جو مؤرخانہ تنقید و تحقیق سے بے خبر اور اس امر سے بیگانہ تھے کہ کسی واقعہ کے متعلق کسی خاص مصنف کی شہادت کس درجہ کی اور کس حد تک قابل وثوق ہو سکتی ہے ، ان حالات کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ ان مؤرخوں کے نتائج پر زمانۂ حال کے زیادہ سائنٹفک اصول اور متاخرین کی جدید تحقیقات کی روشنی میں وقتاً فوقتاً تبصرہ ہوتا رہے ۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے بعض اوقات یہ نظر آجاتا ہے کہ مختلف افراد کو شیطان یا فرشتہ قرار دے دینے میں پچھلوں نے عجلت سے کام لیا ہے ۔

اس کلیہ کی ایک مثال اس بیّن فرق میں نظر آتی ہے جو "محمد تغلق" اور اس کے جانشین "فیروز شاہ" کے متعلق تمام مؤرخوں نے قائم کیا ہے ۔ فیروز شاہ ایک مے نوش ، کاہل ، متعصب و تشدد پسند حاکم تھا تاہم مؤرخین اسے بہترین فرماں روا مانتے ہیں ۔ بخلاف اس کے محمد تغلق محتاط و پاکباز ، مستعد ، رواداراور اپنی رعایا کا خیر خواہ تھا ، باایں ہمہ مورخین اس کی منقصت و عیب گیری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے ۔ فیروز شاہ وہ شخص ہے جو ایک معمر و معتمد وزیر کو محض اس جرم میں قتل کرڈالتا ہے کہ اس نے اپنے آقا کی نسل کے لیے تخت ایسے وقت پر محفوظ رکھنے کی کوشش کی تھی جب کہ اس کے علم کے مطابق خود فیروز شاہ کی وفات ہو چکی تھی ۔ برایں ہم مؤرخین کی معدلت گاہ میں ، فیروز شاہ رفق و ملاطفت کا مجسمہ ہے ۔ اس کے مقابلے میں محمد تغلق وہ شخص ہے جو اپنی جان و مال کے خلاف بغاوت کے سرغنہ کو نہ صرف معافی دے دیتا ہے بلکہ اسے پھر اس کے منصب سابق پر بھی بحال کر دیتا ہے لیکن اس کی قسمت میں "سفاک" کا لقب ہے ۔ فیروز شاہ نے اپنی یادگار قائم کرنے کی ہوس میں ایسے موقع پر ایک شہر آباد کرنا چاہا جہاں پانی کا قحط تھا ، اس اُمید پر کہ مسلمانوں کے نفع کے لیے جو شہر تعمیر ہوگا وہاں خدا خود پانی کا سلمان پیدا کر دے گا ۔ محمد تغلق نے اس حقیقت کو ملحوظ رکھ کر کہ خدا انھیں کی مدد کرتا ہے جو خود اپنی مدد کرتے ہیں ۔ قحط کے زمانے میں کاشتکاروں کو کنویں کھودنے کی انتہائی ترغیب دی اور جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں کامیابی نہ ہوئی تو انھیں دُوسرے مقامات میں منتقل ہونے میں کافی مدد دی۔ تاہم تاریخ کا فتوٰی یہ ہے کہ فیروز شاہ نہیں بلکہ محمد تغلق سودائی تھا۔

فیروز شاہ کی نیک نامی و مقبولیت کا راز بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔ تیمور کے حملہ نے جو قیامت برپا کردی تھی، اس کا بالکل قدرتی اقتضا یہ تھا کہ اس سے قبل کے آخری مشہور سلطان دہلی کا دور حکومت نعمت غیر مترقبہ سمجھا جانے لگے۔ ایسی حالت میں یہ کس کو یاد رہ سکتا تھا کہ فیروز شاہ کے آخری ایام میں اجزاء حکومت کس قدر ضعیف ہوکر پراگندہ و منتشر ہو رہے تھے۔ لوگوں کو تو صرف یہ یاد تھا کہ اس نے بہت سے محاصل معاف کردیے تھے، ان کو اس سے کیا بحث کہ اس کا اثر شاہی خزانۂ عامرہ کی ابتری پر کیا پڑا۔ سب کے سب فتوحات فیروز شاہی کے خود نوشت مناقب پر ایمان بالغیب لے آئے۔

لیکن محمد بن تغلق کی سیرت کا صحیح اندازہ کرنا بہ اول نظر ——— ذرا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ جنوبی ہند میں جو ضرب المثل مشہور ہے کہ

"تغلقوں کے ملک میں ہرگز نہ رہو"

اس سے صاف اس کے مخالفوں کی تائید ہوتی ہے۔ معاصرانہ شہادتیں علی العموم اس کی بے حد مخالف ہیں اور بچوں کی درسی تاریخوں سے لے کر تاریخ کے مستند و ضخیم مجلدات تک جملہ کتب تاریخ اس کو ایسا ناقص فرماں روا بتاتی ہیں جس کی نکتہ چینی کے لیے الفاظ کافی نہیں ہوسکتے نمونہ کے لیے ایک صاحب کا بیان ملاحظہ ہو۔

فرماتے ہیں:-

محمد بن تغلق ذاتی طور پر بہت قابل شخص تھا، لیکن حکمرانی کا بالکل نااہل ثابت ہوا۔ اس کا عہد حکومت بے دھڑک فضول خرچیوں اور دیوانہ وار منصوبوں کے لیے ممتاز ہے۔ مثلاً یہ تجویزیں کہ ناقص کو رواج دیا جائے یا یہ کہ پائے تخت دہلی کے بجائے دولت آباد کو بنایا جائے یا یہ کہ چین و ایران کو مسخر کیا جائے۔ اس کی بہیمانہ شقاوت اور بے رحمانہ محصول گیری بغاوتوں کی باعث ہوئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ متعدد صوبے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہاتھ سے نکل گئے اور دہلی کی شہنشاہی جس کی بنیادیں اس کے ظلم وستم نے ہلادی تھیں محض اس کے ابن عم و جانشین فیروزشاہ کی رحیمانہ حکومت کے باعث مزید نصف صدی تک قائم رہ سکی "۔

اس بے مزہ و یک طرفہ تصویر سے ایک بھی مرقع خالی نہیں یہاں تک کہ محتاط وفہمیدہ "الفنسٹن" کے مستثنیٰ کرنے کے بعد کوئی اور تو اس پر غور نہیں کرتا کہ معاملہ فہمی وتجربہ کاری کے ساتھ اس حماقت کا اجتماع ممکن کیونکر ہے؟

ایسا بے شبہ اکثر ہوتا رہا ہے کہ ایک شخص جو علمی یا دیگر حیثیات سے بلا کا ذہین ہے لیکن انتظامات ملکی میں بالکل ناکارہ ثابت ہوا ہے چنانچہ "جیمس اول" جو علم وفضل کے لحاظ سے دنیائے مسیحیت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا یا "لوئی شانزدہم" جو گھڑی سازی میں یکتائے روزگار تھا لیکن یہ دونوں اشخاص خود اپنی ذات اور اپنے جانشینوں کے حق میں بلائے مبرم ثابت ہوئے۔

لیکن محمد تغلق کے لیے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کوئی ماہر فن دستکار یا کتاب کا کیڑا تھا جسے تخت پر بٹھا دیا گیا تھا۔ وہ تخت نشینی سے پیشتر بہ حیثیت ایک سپاہی کے کافی نام وری پیدا کرچکا تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس وقت مشرق میں چھبیس چھبیس برس تک کسی احمق کی حکمرانی برداشت نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس کے معاصرین نے اس کی بابت جو رائے قائم کی تھی اس کے متعلق کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

ذیل میں ہم اس کی تصویر کو جو اس کے تین معاصروں نے اپنے صفحات میں کھینچی ہے، صرف فیاضی و تشدد کے دو نمایاں خط وخال کے حذف کرنے کے بعد درج کرتے ہیں:۔

"سلطان حسن صورت میں ممتاز تھا اور ورزش جسمانی کی تمام صورتوں میں طاق تھا، اس کی تعلیم اعلیٰ درجے کی تھی، خصوصاً خوشنویسی، فارسی ادب وطب میں (کہ یہی تینوں فن اس زمانہ میں متداول تھے)۔ وہ خطابت وانشاء پردازی میں یدطولیٰ رکھتا تھا، جس کا ثبوت اس کی برجستہ تقریروں سے نیز ان سرکاری مسودات سے ملتا تھا جنھیں وہ خود املا کرتا تھا، وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوی الحافظہ و دقیق النظر تھا اور خوش اخلاق و بذلہ سنج، وہ پاک باز اور شراب نوشی سے محترز تھا، اپنے اعزہ سے محبت رکھتا تھا اور اپنے قدیم آقا قطب الدین کے خاندان کے ساتھ وفا شعار تھا۔ اس نے لوگوں سے احکام اسلام کی تعمیل کرائی، وہ بذاتِ خود بھی راسخ الاعتقاد و خدا ترس تھا، گو بعضوں کے نزدیک، وہ علمی مجالس ہی جنھیں وہ بصد اشتیاق منعقد کراتا تھا، حکماء و فلاسفہ کے خیال سے بہت زیادہ متاثر ہو جاتا تھا، وہ نہایت فیاض تھا اور ہندوستان کے ان چند سلاطین میں تھا، جنھوں نے اول اول ایک نظام تعلیم قائم کیا ہے، وہ یہی نہیں کہ اپنے اعمال سے معدلت گستری کے فرائض پوری احتیاط کے ساتھ انجام دلاتا تھا بلکہ خود اپنے خلاف بھی حکام عدالت کے فیصلوں کے سامنے بکمال عجز و انکسار گردن جھکا دیتا تھا وہ شجاع و بلند نظر تھا، ہر شخص کے دل میں اس کا خوف و احترام تھا اور بکثرت سلاطین کے ہاں سے اس کے پاس سفیر آتے رہتے تھے۔"

اس قدر محاسن و کمالات کی جامعیت کی نظیر اور کن سلاطین کے ہاں ملے گی؟ اس سے افضل یا مساوی صرف ایک اور فرماں روا ملتا ہے یعنی غازان خان، جو تیرھویں صدی کے اواخر میں ایران کا تاجدار تھا۔

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ منجملہ ان تین معاصر مؤرخوں کے جن کی شہادتوں کی بنا پر تصویر بالا کھینچی گئی ہے، وہ قطعاً اس فرماں روا کے دشمن تھے، پھر ان تینوں میں سے کسی کو بھی خوشامد سے کسی نفع کی توقع نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے کہ ان میں سے دو نے تاریخ اس وقت لکھی ہے جب سلطان کی وفات ہو چکی تھی (یعنی برنی اور صاحب مسالک) اور تیسرا ایک اور دور دراز ملک کا باشندہ تھا جس نے ہندوستان کی شکل تک نہیں[1] دیکھی (یعنی ابن بطوطہ)۔

---

[1] کیا یہ سچ ہے؟ ابن بطوطہ تو سالہا سال ہندوستان کے تغلقی دربار میں رہا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غرض ان مآخذِ اصلی نے اس کی جو سیرت پیش نظر کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ کوئی جاہل متعصّب نہ تھا جو تاریک خیالی کو اپنا ہادی راہ بناتا، کوئی مجنون نہ تھا جو دیوانگی کے ساتھ کام کرتا، کوئی مسرف نہ تھا جو رندی و عیش پرستی میں وقت گزارتا، کوئی کاہل و غافل نہ تھا جو امورِ سلطنت وزراء کے اوپر چھوڑ دیتا بلکہ ایک سنجیدہ مزاج، خدا ترس، مشقت پسند، باکمال، تعلیم یافتہ اور دوسروں کا خیال رکھنے والا فرماں روا اور ایک شجاع اور قابل سپاہی تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس کی منقصت و مذمت میں تمام مورخین ہم زبان ہیں۔ گویا ایک ہی وقت میں وہ بہت بڑا کمال اور بہت ہی پست شخص، نہایت با اخلاق اور نہایت ہی شقی، ایک معاملہ فہم و دانش مند مُدبّر اور نہایت ہی احمق تھا؟

سُوال یہ ہے کہ کیا واقعی نقیضین کا اجتماع ہوگیا تھا یا سلطان کو خواہ مخواہ بدنام کیا گیا ہے؟

بہتر ہوگا اگر اس مسئلہ کے طے کرنے میں ہم اسی ماخذ اصلی کو پیش نظر رکھیں جس پر عموماً متاخرین کی رائیں متفرع ہیں، یعنی وہ شہادت جو ضیاء الدین برنی کے قلم سے نکلی ہے وہی واحد ہندوستانی معاصر مورخ ہے، جس کا بیان آج موجود ہے اور سولھویں صدی کی تاریخی تالیفات نیز اس کے بعد کی تمام تاریخیں ایک بڑی حد تک اسی کی ہیں، وہ بلند شہر کا باشندہ تھا، اس کے اہلِ خاندان علاؤ الدین کے زمانہ میں ممتاز سرکاری خدمات انجام دے چکے تھے۔ محمد بن تغلق کی تخت نشینی کے وقت اس کا سن ۴۲ سال کا تھا۔ اس کے زمانہ میں وہ خود بھی سترہ سال تک سرکاری عہدہ دار رہا اور بقول خود ایک سے زائد بار الطافِ خسُروی کا بھی مورد رہا اور سلطان کی وفات کے بعد کئی سال تک زندہ رہا، ان حالات کی بنا پر اسے اس عہدِ حکومت کے واقعات سے پوری اور گہری واقفیت کے مواقع حاصل تھے، لیکن برنی اگرچہ سلطان کے ذاتی اوصاف و محاسن انھیں تصریحات کے ساتھ بیان کرتا ہے جن کے ساتھ ایک معاصر کو بیان کرنا چاہیے، تاہم اس نے اس کے عہدِ حکومت کی نہایت تاریک تصویر کھینچی ہے، مجنونانہ تجاویز کی کثرت، غیر منقطع سلسلۂ غدر و بغاوت، صوبوں کا ایک ایک کرکے ہاتھ سے نکلنا، متعدد ہولناک قحط۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چُن چُن کے نیکوں اور بڑوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا قتل، ان تذکروں سے اس کے تاریخِ حکومت کا ایک ایک صفحہ لبریز ہے۔ اس لحاظ سے سلطان کے فضائل ذاتی اور اس کے طرزِ حکومت کے درمیان تناقض، تاریخ کی مقدم ترین کتاب میں پایا جاتا ہے اور متأخرین جو کچھ بھی چاہیں کہیں، ایک واقف الحال معاصر کی شہادت بہرحال قابلِ وقعت ہے۔

اصل یہ ہے کہ ہندوستان میں جتنی تاریخیں لکھی گئیں ہیں تقریباً ان سب میں تعصب و پاسداری کی جھلک نظر آتی ہے، جس سے حقیقت تک پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے، آج کل مذہبی گروہ بندی ہر شخص کو نظر آجاتی ہے، لیکن اگلے زمانے میں تعصب ذاتی ہوتا تھا اور عموماً اس کی شکل غلط بیانی کی نہیں بلکہ اخفاءِ حق کی ہوتی تھی[۵۱] تعصب کی یہ شکل برنی کے صفحات میں کافی موجود ہے۔ بلکہ اتنا تو ہر سرسری ناظر کو فوراً ہی نظر آجاتا ہے کہ اس نے اپنے بیان کی ترتیب متعصبانہ رکھی ہے۔

برنی کا عام دستور یہ ہے کہ وہ واقعات کو سنہ وار درج کرتا جاتا ہے، لیکن محمد تغلق کے تذکرہ میں وہ اپنے اس عام قاعدے کو علانیہ ترک کرکے اسے تین فصلوں میں تقسیم کرتا ہے:-

فصل ۱ میں سلطان کے ذاتی فضائل کا بیان ہے۔

فصل ۲ میں اُن مجنونانہ تجاویز کا تذکرہ ہے جو باعثِ زوالِ سلطنت ہوئیں۔

فصل ۳ میں ان شورشوں اور بغاوتوں کا ذکر ہے جو سلطان کی بدانتظامی سے واقع ہوئیں۔

یہ طرزِ ترتیب ممکن ہے کہ اس امر کی دلیل سمجھا جائے کہ برنی نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا خوب سوچ سمجھ کر لکھا ہے لیکن درحقیقت یہ طرزِ تحریر ایک فریقانہ وکیل کے لیے موزوں ہے لیکن ایک راست باز و خالی الذہن جامعِ واقعات کے کسی طرح شایانِ شان نہیں۔ مزید غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ برنی نے کس کس مخالفانہ انداز سے واقعات کو کہیں

---

۵۱ کاش یہی اصول غریب عالمگیر کے ایرانی مؤرخین کی نسبت برتا جاتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حذف کردیا ہے، کہیں بیان کیا ہے، کہیں پردہ پوشی کی ہے اور کہیں رنگ آمیزی کی ہے،
اپنی عام سنہ وار ترتیب کو ترک کردینے کا اسے خود اعتراف ہے، کہتا ہے کہ
"میں نے واقعات کو ان کی تاریخی ترتیب کے لحاظ سے درج نہیں
کیا ہے اس لیے کہ جو لوگ سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ کچھ اہمیت
نہیں رکھتے"

بیشک جو لوگ سمجھنا چاہتے ہیں یا بالفاظِ دیگر اس کے متعصبانہ اقوال پر ایمان لے آنے کو تیار ہیں انھیں اس کی رنگ آمیزیوں اور پردہ داریوں کی پروا نہ ہوگی لیکن جو لوگ اصل حقیقت کے متلاشی ہیں، انھیں یقیناً ان کی پروا ہوگی۔

جن واقعات کو برنی نے نظر انداز کردیا ہے گو وہ بجائے خود اہم ہیں تاہم چونکہ ان کا ذکر برنی کے صفحات میں نہیں اور اس لیے ان کی تفصیل بے محل ہوگی۔ اس قسم کے عذرات قابلِ تسلیم ہوسکتے ہیں کہ شمال میں ہندو حکومتوں کے ازسرِنو قیام اور "جاوار" کی ہندو ریاست کو زیرِ حفاظت لے آنے کا ذکر برنی نے اس لیے نہیں کیا کہ وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا، تارما شیرین کے حملہ کے متعلق اس لیے ساکت ہے کہ وہ ایک وفادار رعائے سلطنت تھا، اسی طرح اس قطعۂ زمین کی جس پر اب بمبئی واقع ہے، تسخیر ہم فرض کرلیں کہ نادرست ہے لیکن ان تمام تاویلات کے بعد بھی یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا سا خیرخواہ و وفادار سلطنت عہدہ دار ان واقعات کو بھی نظر انداز کرجائے جن سے مخالفین کی نظروں میں صریحاً اس کے آقا کی عظمت نکلتی ہے۔ مثلاً دو نہایت سنگین بغاوتوں کے کامیاب دفعیہ کا ذکر نہ کرنا۔ "کانگڑا" کے مشہور قلعہ کی تسخیر کو پی جانا۔ "پیرم" "گوگو" کے زبردست بحری قزاقوں کی پامالی کو نظر انداز کرجانا۔ شاہانِ ایران و چین، خوارزم و جاوا کے پُرشوکت سفیروں کی حاضریٔ دربار کو اڑا جانا یا متعدد اہم اصطلاحاتِ ملکی مثلاً بیرونی مال پر محاصل میں تخفیف، سکّۂ زر کی اصلاح، نظامِ عدالت میں ترمیم وغیرہ۔ اس امر کی کوئی تاویل ہو ہی نہیں سکتی کہ اس طرح کے واقعات کو نظر انداز کردیا جائے اور صرف انھیں چیزوں کو چُن لیا جائے جن سے قطعاً توہین و منقصت نکلتی ہے! یہ کہنا بالکل کافی نہیں کہ "جو لوگ

© rasailojaraid.com